© rasailojaraid.com

اشتراکیت اور اسلام

آخری قسط:

حکومتی نظام کے لئے اسلامی اصول

علامہ سید سلیمان ندویؒ

نمبر شمار:	ذیلی عنوانات:	نمبر شمار:	ذیلی عنوانات:
۱:	اصلاح حکومت	۲:	انتخاب
۳:	مشاورت فی الامر	۴:	اصلاح اقتصادی یا مالی
۵:	اسلام میں مال کا رتبہ	۶:	مال عام قوم کا حق ہے

(۱) اصلاح حکومت:

''حکومت جمہورِ ملک کی طاقت کا نام ہے'' اسلام نے کس نوع کی سلطنت قائم کی تھی، اس سوال کے جواب دینے کے لیے ہم کو مختلف طرزِ سلطنت کا حال جاننا چاہئے، اہل سیاسات نے سلطنت کی مختلف قسمیں قائم کی ہیں۔

شخصی بے قانونی:

وہ سلطنت ہے جس میں بادشاہ وراثتاً مالک ہوتا ہے۔ وہاں کوئی قانون نہیں ہوتا، بادشاہ کی زبان قانون ہوتی ہے۔ بادشاہ کے اختیارات غیر محدود ہوتے ہیں۔

شخصی قانونی:

وہ سلطنت ہے جس میں بادشاہ وراثتاً مالک سلطنت ہوتا ہے، وہاں کچھ قدیم قواعد ورسوم یا کچھ قوانین ہوتے ہیں۔ اور مشیر ہوتے ہیں۔ جن کے مشوروں پر زیادہ تر عمل درآمد ہوتا ہے۔ لیکن بادشاہ ان قواعد ورسوم اور مشوروں کی پابندی پر بالکل مجبور نہیں ہوتا۔

دستوری:

وہ سلطنت ہے جس میں گویا بادشاہ وراثتاً مالکِ سلطنت ہوتا ہے لیکن اس کے اختیارات بالکل محدود ہوتے ہیں، قوانین مرتبہ پر عمل ہوتا ہے، ایک مجلس مشورہ (پارلیمنٹ) ہوتی ہے، جو قوانین تجویز کرتی ہے، بادشاہ اس کے مشورہ پر کاربند ہوتا ہے۔ جیسے سلطنت انگلستان۔

جمہوری:

وہ سلطنت ہے جس میں کوئی بادشاہ نہیں ہوتا ایک مدتِ متعینہ کے لیے ملک کا لائق ترین شخص ملک کا پریزیڈنٹ بنایا جاتا ہے، جس کو کوئی شاہانہ امتیاز حاصل نہیں ہوتا، نمائندگانِ رعایا کے ذریعہ سے پریزیڈنٹ قوانین اور امورِ سلطنت کا کثرت آرا سے فیصلہ کرتا ہے۔ مثلاً امریکہ اور فرانس کی جمہوری حکومت۔

اس تفصیل کے بعد ہر شخص باآسانی فیصلہ کرسکتا ہے۔ کہ اسلام کی سلطنت جمہوریت پر مبنی تھی۔ عام جمہوری سلطنتوں میں فرق یہ ہے۔ کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ جمہوری سلطنت ہر کام میں رعایا اور پبلک کی رائے کی پابند ہے۔ لیکن اسلامی سلطنت کو بہ ترتیب احکام الٰہی (قرآن مجید) اور احکام رسالت (احادیث) کے موجود ہوتے وقت پبلک رائے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اگر قرآن مجید اور نیز احادیث نبوی میں کسی واقعہ کے متعلق کوئی حکم نہ ملتا تو اہل وعقد کی رائے پر عمل ہوتا، لیکن ان کے باہمی اختلاف کا فیصلہ کثرتِ رائے پر نہ تھا۔ بلکہ احکامِ الٰہی یا احکامِ نبویؐ کی قربت اور مشابہت پر جس فرقہ کی رائے قرآن مجید یا احادیث کے احکام وقوانین سے زیادہ مشابہ اور قریب تر ہوتی اس کو ترجیح دی جاتی۔ اسلامی حکومت کے ان اصول کا بیان خود قرآن مجید نے کر دیا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ. (سورہ النسآء پ ۵ آیت ۵۹)

ترجمہ:۔ مسلمانو (۱) (قرآن مجید) اور رسول (۲) (احادیث) اور اپنے اہل رائے (۳) لوگوں کی اطاعت کرو اور اگر تم لوگ کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس کو خدا اور رسول (قرآن وحدیث) پر پیش کرو۔

بعض لوگ اولی الامر کے معنی بادشاہ لیتے ہیں۔ لیکن یہ سخت غلطی ہے، قرآن مجید میں یہی لفظ ایک دوسری جگہ بھی آیا ہے۔ جہاں بادشاہ کے معنی قطعاً نہیں بن سکتے:

وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ. (سورہ النساء پ ۵ آیت ۸۳)

ترجمہ:۔ اگر اُن کے پاس امن یا خوف کی بات آتی ہے۔ تو اس کو پھیلا دیتے ہیں، اور اگر وہ رسول اور اپنے اہل الرائے لوگوں کے سامنے اس کو پیش کرتے تو ان میں سے جو لوگ بات سمجھتے ہیں۔ وہ اس کو جانتے۔ ظاہر ہے۔ کہ رسولؐ اللہ کی موجودگی میں کسی بادشاہ یا سلطان کا وجود نہ تھا "جو لوگ بات سمجھتے" اس کا مفہوم خود بتا رہا ہے۔

خیر یہ ایک درمیانی بحث تھی، اوپر کی آیت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اسلامی حکومت کی بنیاد بہ ترتیب چار چیزیں ہیں:

(۱) قرآن مجید۔

(۲) احادیثِ نبوی۔

(۳) ملک وقوم کے اہل الرائے وار بابِ حل وعقد۔

(۴) بصورت اختلاف آراء اُس جانب کی ترجیح جو احکام قرآن وسُنّت سے زیادہ مناسب اور مشابہ ہو، کیونکہ کثرتِ رائے میں صوابِ رائے کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے۔

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ جمہوری سلطنت کی کیا خصوصیات ہیں اور وہ اسلام کی خلافت میں کہاں تک پائے جاتے ہیں۔

جمہوریت کے حسبِ ذیل خصوصیات ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) پریزیڈنٹ جس کو اسلام کی اصطلاح میں خلیفہ یا امام کہتے ہیں۔ اُس کا تقرر کسی خاص خاندانی وراثت کی بناء پر نہ ہو بلکہ اس کا انتخاب عام قوم کی رائے سے ہو۔

(۲) ملک کے اہل الرائے اصحاب کے مشورہ سے امورِ سلطنت انجام پائیں۔

(۳) عام افراد پر خلیفہ کو کوئی ترجیح نہ ہو۔

تاریخِ اسلام کا غور سے مطالعہ کرو کیا موجودہ جمہوریت کی کوئی ایسی خصوصیات بھی ہے۔ جو اسلامی خلافت میں موجود نہ تھی۔

(۲) انتخاب:

یہ دنیا کو معلوم ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا تقررِ حق وراثت یا خاندانی اثر پر نہیں ہوا حضرت ابوبکرؓ قبیلہ تیم کے تھے۔ حضرت عمرؓ قبیلہ عدی کا تھا، حضرت عثمانؓ خاندانِ امیہ میں سے تھے، حضرت علیؓ ہاشمی تھے۔ حضرت عمرؓ نے صاف فرمادیا ہے۔

لا خلافة الا عن مشورة خلافت صرف باہمی مشورہ سے طے ہوسکتی ہے۔ (کنز العمال جلد۳ صفحہ ۱۲۹)

حضرت عمرؓ کو جب ایک شخص نے مشورہ دیا کہ اپنے بعد وہ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنائیں تو آپ نے اس کو خاموش کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے مرتے وقت خلافت کے لئے جب اشخاص ستہ کا نام لیا تو اس کے ساتھ اس کی بھی تصریح کر دی کہ میرے بیٹے کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ وراثت کا ذکر چھوڑ و خلافت کے لیے آقا اور غلام کی بھی قید نہ تھی، حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ کہ اگر ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتا تو میں خلافت کے لیے اس کا انتخاب کرتا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے، کہ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک کا انتخاب قوم کی عام رائے سے ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب بنوساعدہ کی نشست گاہ میں حضرت عمرؓ کی تحریک اور مہاجرین وانصار کی تائید سے ہوا۔ حضرت عمرؓ کا انتخاب حضرت ابوبکر کی تحریک اور اہل الرائے مسلمانوں کی پسندیدگی سے ہوا۔ حضرت عثمانؓ کا انتخاب اہل مدینہ کی رائے سے ہوا۔ حضرت علیؓ کا انتخاب اہلِ مصر واہل مدینہ کی تجویز سے ہوا۔ واقعہ تحکیم میں حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی معزولی بھی قوم ہی کی رائے سے ہوئی تھی۔

گو خلفائے راشدین کے بعد یہ زرّین اصول مسلمانوں سے بالکل چھوٹ گیا لیکن اس کا ایک حصہ ہمیشہ باقی رہا یعنی بیعت۔ بیعت کے یہ معنے ہیں۔ کہ تمام ملک کے لوگ بجبر یا برضا اپنے اپنے شہر کے گورنروں کے سامنے خلیفہ کو خلیفہ تسلیم کرنے کا اقرار کریں اور اس کی اطاعت کا وعدہ کریں، سلطنت کے بڑے عہدہ دار، مثلاً وزراء، قاضی شیخ الاسلام، سپہ سالار افواج، حکامِ ملک، خود خلیفہ کے سامنے آکر اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کریں۔ دولتِ امویہ، دولتِ عباسیہ اور اکثر اسلامی سلطنتوں کے خلفاء اور بادشاہ کے لیے تخت نشینی کے وقت ہمیشہ بیعت لی جاتی تھی، شاہانِ روم میں بھی خلافت کے خاتمے تک یہ طریقہ جاری رہا۔

ہمارے یہاں فقہا اور متکلین نے خلافت کی جو شرطیں قرار دی ہیں۔ اُن سے بھی کسی قدر انتخاب خلیفہ کے مسئلہ پر روشنی پڑتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ گوانہوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے انتخاب خلافت کو اصول قرار دے کر لکھا ہے۔ قاضی ماوردی التوفی ۴۵۰ھ ہجری لکھتے ہیں:۔

"الا ما مة تنعقد بو جهين احد هما با ختيارا هل العقد والحل والثا نی بعهد الا مام من قبل" (**الا حكام السلطا نيه ص ۵**)

ترجمہ:۔ خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے۔ ایک تو اہل الرائے لوگوں کے انتخاب سے دوسرے یہ کہ خلیفۂ ماسبق خود اپنا کسی کو جانشین بنا جائے۔ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:۔

"وتنعقد الا ما مة بطرق احدها بيعة اهل الحل والعقد من العلماء والرؤساء ووجو ه الناس". (**بحثِ امامت**)

ترجمہ:۔ خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ علماء، سرداران اور معززین قوم بیعت کریں۔ اس بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام میں خلیفہ کا انتخاب بالکل قوم کی رائے پر موقوف ہے۔

(۳) مشاورت فی الامر:

جمہوریت کی دوسری خصوصیات یہ ہے۔ کہ امورِ سلطنت ملک کے اہل الرائے اصحاب کے مشورہ سے انجام پائیں، اس نقطۂ بحث پر ہمیں زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں قرآنِ مجید نے خود اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلام کے اعتقاد میں بالکل معصوم ہیں، ان کو بھی خدا نے باہمی مشورہ کا حکم دیا ہے:

وَشا وِرْ هُمْ فِي اْلا َمْر ، فَا ِذَا عَزَ مْتَ فَتَوَ كّل عَلَى اللّهِ : (**سوره آل عمران پ ۴ آیت ۱۵۹**)

ترجمہ:۔ اور کام میں ان لوگوں سے مشورہ لے اور جب عزم کر لے تو خدا پر بھروسہ کر۔

خدائے پاک نے مسلمانوں کی تعریف ان اوصاف کے ساتھ کی ہے:

"وَالَّذِيْنَ اسْتَجَا بُو اُ لِرَ بّهِمْ وَاَقا َمُو الصَّلٰوةَ وَاَمْرُ هُمْ شوْرٰى بَيْنَهمْ وَ مِمَا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْن" (**سوره شوریٰ پ ۲۵ آیت ۳۸**)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ خدا کا حکم قبول کرتے ہیں نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور جن کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے۔ اور جو ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں خرچ کرتے ہیں۔

ان دو آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے تمام عام معاملات باہمی مشورہ سے طے ہونے چاہئیں، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اسلام نے مشورہ وشوریٰ کو اس قدر اہمیت دی ہے۔ کہ یہ مؤخر الذکر آیت جس سورہ میں واقعہ ہے۔ اس کا نام ہی اس نے سورۂ شوریٰ قرار دیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کا شوریٰ کے متعلق کیا طرزِ عمل تھا۔ اس کا جواب احادیث ذیل سے معلوم ہو گا۔

"عن عبد الله عن عمر كتب ابو بكر الصديق الى عمرو بن العاص ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شا ورنا فى الحرب فعليك به". (**كنز العمال ج ۱ . صفحه ۱۶۳**)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں ہم لوگوں سے مشورہ کرتے تھے، تم بھی ایسا کرو،

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں کا طرزِ عمل معلوم ہوتا ہے۔

"عن ابن شهاب كان عمر بن الخطاب اذا نزل الا لمعضل دعا انقيا ن فا ستشا رهه ليقتفى حدّةعقولهم".

(كنز العما ل ج ا ص ١٦٣)

ترجمہ:۔ ابن شہاب سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ کو کوئی مشکل امر پیش آتا تھا۔ تو نوجوانوں کو بُلا کر اُن سے رائے طلب کرتے تھے تا کہ اُن کی ذکاوت کی پیروی کریں۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہونے کے علاوہ کہ وہ ہر امر میں لوگوں سے مشورہ لیتے تھے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ شروع ہی سے نوجوانوں کو امورِ سیاست میں غور وفکر کرنے کا عادی بناتے تھے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے۔ کہ خلفائے راشدین کو جب کوئی مشکل درپیش ہوتی تھی۔ یا کسی اہم امر کا فیصلہ مطلوب ہوتا تھا۔ تو منادی الصلوۃ جامعۃ کہہ کر اعلان کرتا تھا۔ تمام مسلمان مسجدِ نبوی میں آکر جمع ہوتے تھے۔ اکابر صحابہ خاص طور سے شریکِ مجلس ہوتے تھے۔ خلیفہ منبر پر چڑھ کر حمد ونعت کے بعد ایک مختصر تقریر میں حاضرین کے سامنے مسئلہ پیش کرتا تھا۔ اہل الرائے لوگ باری باری سے تقریریں کرتے تھے۔ اور آخر میں اس کا فیصلہ ہوتا تھا۔ عدمِ ترجیح:۔ جمہوریت کی سب سے بڑی خصوصیات یہ ہے۔ بادشاہ یا پریزیڈنٹ کو عام افرادِ قوم پر ترجیح اور امتیاز نہ ہو یہ خصوصیت اسلام میں جس قدر نمایاں ہے، امریکہ اور فرانس کی جمہوری حکومتوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ واقعات کی ضرورت نہیں فقہائے راشدین کی مجامع عامہّ کی تقریریں، ان کی زبان کے نکلے ہوئے فقرے غیر قوموں کی بادشاہ پرستی کے مقابلہ میں سفرائے اسلام کی گفتگوئیں یہ تمام تصریحات ہمارے دعوٰی کی دلیلیں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے وقت جو سب سے پہلی تقریر کی اس کے بعض فقرے یہ ہیں:

"يا ايها النا س قدو ليت امركم ولست بخير كم ايها الناس انا منبع ولست بمبتد ع فان احسنت فا عينو نى وان زغت فقو مو نى".(ابن سعد قسم اول جزر ثالث ص ١٢٩)

ترجمہ:۔ لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں گو میں تم سے بہتر نہیں ہوں لوگو میں پیرو ہیں کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں اگر میں ٹھیک کام کروں تو مجھے مدد دو اور اگر میں کج ہوں تو مجھے سیدھا کرو۔

فتح شام کے بعد ایک مجلس شوریٰ میں ایک مسئلہ میں جب اختلاف آراء ہوا، حضرت عمر فاروقؓ نے ایک طویل خطبہ دیا جس کے چند الفاظ یہ ہیں:

"فاني واحد كا حدكم..... ولست اريد ان نبتعوا هذا الذى هوى".(كتا ب الخراج قا ضى ابو يوسف ص ١٥)

ترجمہ:۔ کیونکہ میں بھی تم سے ایک کے برابر ہوں۔۔۔۔ میرا یہ منشا نہیں کہ میں جو چاہتا ہوں اس کو آپ لوگ بھی مان لیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر لوگوں سے کہا:

"اخبر کم بما یستحل لی منه حلتان حلة فی الشتا ء وحلة فی القظ وما احج علیه واعتم من الظهر وقو تی وقو ة اهلی کفو ت دجل من قریش لیس با غنا هم ولا بافقر هم ثم انا بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما اصا بهم".

(ابن سعد خر ثالث قسم اوّل ص ۱۹۸)

ترجمہ:۔میں خود بتا تا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کتنا لینا جائز ہے، دو جوڑے کپڑے ایک جاڑے اور ایک گرمی کا، اور ایک سواری جس پر حج اور عمرہ ادا کروں اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات طعام کے برابر اپنے اور اہل عیال کے لیے اخراجات طعام کے برابر اس کے بعد معمولی مسلمان کے برابر رتبہ رکھتا ہوں جوان کا حال ہوگا وہ میرا حال ہوگا۔

حضرت معاذؓ بن جبل ایک بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔روم کے دربار میں وہ سفیر بن کر گئے تھے۔رومی سردار نے قیصر کے جاہ وجلال اعزاز واختیارات سے ان کو مرغوب کرنا چاہا، یہاں مسلمانوں پر دوسرا رنگ چھایا ہوا تھا، حضرت معاذؓ نے اس کے مقابلہ میں امیر عرب کے اختیارات کی جن الفاظ میں تصویر کھینچی وہ حسب ذیل ہیں:

"وامیر نا رجل منا ان عمل فینا بکتاب دیننا وسنّة نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم اقررنا ه علینا وان عمل بغیر ذلک عزه لناعنا دان هو سرق قطعنا یده وان زنا جلد نا ه وان شتم رجلا منا شتمه بما شتمه وان اقا ده من نفسه ولا یحتجب منا ولا یتکبر علینا ولا یستا ثر علینا فی فیٔنا الذی افا ۂ اللّٰه علینا وهو کرجل منا".

(فتوحات از دی صفحه ۱۰۵ کلکته

ترجمہ:۔ہمارا سردار ہم میں کا ایک فرد ہے۔اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اس کو اپنا سردار باقی رکھیں اور اگر ان کے سوا وہ کسی اور چیز پر عمل کرے تو ہم اس کو معزول کر دیں گے۔اگر وہ چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں اور اگر زنا کرے تو سنگسار کریں اور اگر وہ کسی کو گالی دے تو وہ بھی اُس کو اُسی طرح گالی دے اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو تو اس کا بدلہ دینا پڑے گا وہ ہم سے چھپ کر پردہ میں نہیں بیٹھتا۔وہ ہم سے غرور نہیں کرتا۔مالِ غنیمت میں اپنے کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا، وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا رتبہ رکھتا ہے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور پھر پڑھو کیا اس سے واضح تر الفاظ میں جمہوریت کی حقیقت ظاہر کی جا سکتی ہے؟

کیا حکومت عام کی اس سے بہتر نوعیت ہو سکتی ہے؟

(۴) اصلاحِ اقتصادی یا مالی:

اسلام نے اقتصادی امور میں جو اصلاحیں کی ہیں، امراء اور اہل ثروت کو جس معتدل حالت پر رکھا ہے، فقراء اور اہل افلاس کی امداد واعانت کی جو صورتیں پیدا کی ہیں، ان کو پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان ہوگا کہ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔جس نے تمد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ن کی تمام مشکلوں کو اس نکتہ سنجی کے ساتھ حل کیا ہے۔ کہ جدید تمدن بھی باوجود اپنی انتہائی وسعت کے نوعِ انسان کے لیے کوئی جدید اور مفید تجویز پیش نہ کر سکا۔ مضمون کے ابتدائی حصہ میں ہم اُن اقتصادی مشکلات کا بیان کر چکے ہیں۔ جن میں آج کل یورپ بتلا ہے۔ اور جن سے مسیحی مذہب ان کو نجات دلانے سے عاجز ہے، لیکن مسلمانوں کے ہزار سالہ تمدن میں صرف ایک ان کا مذہب تھا۔ جو ہر راہ میں اُن کے لیے مشعلِ ہدایت تھا۔

عقلائے یورپ نے مصائبِ اقتصادی سے رہائی پانے کے لیے سب سے ضروری تجویزیں پیش کی ہیں:

(۱) اہلِ حاجت کی امداد کے لئے لوگوں کی آمدنی پر ٹیکس لگایا جائے اور اس کے لیے فنڈ مقرر کیا جائے۔

(۲) سود سے بچنے کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کی جائیں۔

(۳) گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ فقراء اور اہلِ حاجت کی خبر گیری کرے، بازار کا نرخ مقرر کرے۔

یہ تمام تجویزیں جن کو یورپ ایک مدّت کے تجربہ کے بعد سمجھا ہے۔ اور جن پر یورپ اب تک عمل بھی نہ کر سکا اسلام ان کو اپنے ابتدائے پیدائش میں سمجھ چکا تھا۔ اور ایک مدت دراز سے وہ ان پر عامل ہے۔

(۵) اسلام میں مال کا رُتبہ:

سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے۔ کہ دولت و مال کا کیا رتبہ ہے؟ اسلام کے سوا اکثر مذاہب نے اس نکتہ کے سمجھنے میں غلطی کی ہے، عیسائیت کا حکم ہے۔ کہ اہلِ دولت آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا، یہودیت نے ایک حد تک دولت کی قدر کی ہے، مگر ان کی دولت کے ثمرات و فوائد صرف فقرائے بنی اسرائیل تک محدود ہیں۔ بودھ مت گداگر اور سائل بننے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اسلام دولت کو معیشت انسانی کا ستون قرار دیتا ہے:

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰماً". (سورہ النّسآء پ ۴ آیت ۵)

ترجمہ:۔ تم اپنا وہ مال بیوقوفوں کو نہ دے دو جس کو خدا نے تمہاری معیشت کا قوام بنایا ہے۔

(۶) مال عام قوم کا حق ہے:

مساواتِ مالی کی بحث میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ تمام قوم یا تمام ملک میں مال و دولت کی مساوات عقلاً اور عملاً محال ہے۔ لیکن اس سے چارہ نہیں ہو سکتا کہ ملک و قوم کی تمام دولت گو ملکیت کی حیثیت سے افراد کے تصرف میں ہو، لیکن اس کی بقاء اور ترقی کے لیے ضروری ہے۔ کہ وہ تمام دولت قوم و ملک کی مجموعی دولت قرار دی جائے تا کہ ہر فرد کو لحاظ رہے کہ دوسرے فرد کی دولت برباد اور تلف نہ ہو جائے تا کہ قوم و ملک کی مجموعی دولت پر زوال نہ آئے اگر کوئی شخص خود اپنی دولت آپ بھی ضائع کر رہا ہو تو بھی قوم اور ملک کو اس کی اصلاح و بقا کے لیے اس میں داخل دینا جائز ہے۔ قرآن مجید نے اس نکتہ کو ملحوظ رکھا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ". ترجمہ:۔ بے وقوفوں کو مال نہ دے دو۔

اس آیت میں بیوقوف سے مراد نابالغ یا ناسمجھ یتیم ہیں۔ اور ان کے سرپرستوں کی طرف خطاب ہے، یہ مال خود یتیموں کا ہے۔ جو امانتاً ان کے سرپرستوں کے پاس جمع ہے۔ اس تمہید سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آیت کو یوں ہونا چاہئے تھا کہ "بیوقوفوں کو ان کی دولت نہ دے دو"، لیکن یتیموں کی وہ شخصی دولت عام سرپرستوں کی دولت اس لیے قرار دی گئی تاکہ شخصی دولت کو قوم وملک کا حق قرار دیا جائے،

اس سے زیادہ صاف آیت یہ ہے:

"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" (سورہ النسآء پ ۵ آیت ۲۹)

ترجمہ:۔ ایمان والو! تم لوگ اپنی دولت آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص ناجائز طریقہ سے دوسرے کی دولت حاصل کرتا ہے، اپنی دولت کیا حاصل کرے گا؟ اس سے اشارہ اسی بات کی طرف ہے۔ کہ گو وہ مال شخص غیر کے تصرف میں ہے۔ لیکن درحقیقت وہ کل قوم کا حق ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت وبقا کی کوشش عام قوم وملک کا فرض ہے۔

ذرائع معاش:

مذہب اسلام نے اپنے پیروؤں کو کسبِ معاش کی تعلیم دی ہے۔ اس کا عام حکم ہے، "لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى" (سورہ النجم پ ۲۷ آیت ۳۹)

ترجمہ:۔ انسان جو کچھ کوشش کرتا ہے۔ وہی اس کے لیے ہے۔ بیہقی کی روایت ہے:

"طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة"

ترجمہ:۔ پاک کمائی حاصل کرنا فرض بعد فرض ہے۔

تمام ذرائع معاش میں سے اسلام نے زراعت، حرفت اور تجارت کو پسند کیا ہے، لیکن قرآن مجید نے تجارت کو سب سے زیادہ رتبہ دیا ہے، مفسرین کی رائے ہے۔ کہ نماز جمعہ کے بعد حکم ہے:

"فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ". (سورہ الجمعة پ ۲۸ آیت ۱۰ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل ڈھونڈو (یعنی تجارت)

صحابہ کی تعریف میں ہے:

"تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا". (سورة الفتح "پ ۲۶ آیت ۲۹ ع ۱۲)

ترجمہ:۔ تم ان رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے خدا کا فضل اور رضا ڈھونڈھتے ہوئے دیکھو گے۔ (یعنی تجارت)

دوسری جگہ صحابہؓ کی تجارتی سفر کی مدح میں کہا گیا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"۔(سورہ مزمل پ۲۹ آیت۲۰ ع۱۴)

ترجمہ:۔اور دوسرے لوگ ہیں۔جو خدا کا فضل ڈھونڈھتے ہوئے(تجارت کرتے ہوئے) ملک میں چلتے ہیں۔

حج میں تجارت کرنا اسلام سے پہلے لوگ بُرا سمجھتے تھے۔اسلام نے ان الفاظ میں اس کی اجازت دی۔

"لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ"۔(سورہ حج پ۱۷ آیت۲۸ ع۱۱)

ترجمہ:۔(حج کو آئیں) تاکہ وہ اپنے منافع وفوائد میں حاضر ہوں۔

تحصیل معاش کے لیے تجارت کرنے کا اس آیت میں حکم دیا گیا،

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ"۔(سورہ النساء پ۵ آیت۲۹ ع۲)

ترجمہ:۔ایمان والو! تم لوگ اپنا مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ لیکن یہ کہ تجارت ہو آپس کی رضامندی سے۔

حاکم نے کنز العمال میں روایت کی ہے۔کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"یا معشر قریش لا یغلبنکم هذا واصحابه علی التجارة فانها نصف المال"۔(کنز العمال ج۲ ص۲۱۸)

ترجمہ:۔اے قریش! تجارت میں یہ لوگ تم پر بڑھ نہ جائیں کیونکہ تجارت نصف دولت ہے۔

احادیث میں صنعت اور دستکاری کے بھی فضائل آئے ہیں۔

"وعن مقدام بن معدی کرب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما کسب الرجل کسبا الطیب من یده"(ابن ماجه ابواب التجارات)

ترجمہ:۔مقدام بن معدیکرب نے روایت کی ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔کہ انسان کوئی کمائی اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں پیدا کر سکتا۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بہتر کمائی کیا ہے۔آپ نے فرمایا: عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور (طبرانی) انسان کے ہاتھ کا کام اور سچائی کی تجارت۔حدیث میں آیا ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری چراتے تھے،حضرت زکریاؑ بخار تھے،حضرت ابوبکر صدیقؓ بزاز تھے۔حضرت علیؓ سے مروی ہے۔کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے زراعت کے متعلق فرمایا:

یامعشر قریش انکم باقل الارض مطرا فاحرثوا فان الحرث مبارک (کنز العمال بحواله ابن جریر ج ۲ ص ۲۱۹)

ترجمہ:۔اے گروہِ قریش تم ایسی زمین ہو جہاں بارش کم ہوتی ہے،تو زراعت کرو،زراعت میں برکت دی گئی ہے۔

کسبِ معاش کی اصلاح:

مذکورہ بالا بیان سے بہ تصریح معلوم ہو گیا کہ اسلام نے کسبِ معاش کا کس سختی کے ساتھ حکم دیا ہے۔لیکن اس کے ساتھ کسبِ معاش کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ ذرائع جن میں بغیر کسی حق کے انسان کسی مال کا مالک ہو جاتا ہے، وہ اسباب جن سے دولت صرف چند اشخاص میں محدود ہو جاتی ہے، وجوہ معاش کی وہ صورتیں جن سے قوم میں باہمی فساد پیدا ہوتا ہے۔ یا جن سے کسی فریق کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ بالکل روک دیا ہے۔ اجمالاً عام حکم ہے۔

"یاأیُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تاٴ کُلُوْا اَمْوٰ لَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَا طِلِ". (سورۃ النساء پ۵ آیت ۲۹ ع۲)

ترجمہ:۔ایمان والو! آپس میں اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

پہلی صورت کی مثال رشوت ہے، رشوت درحقیقت بے استحقاق آمدنی کا نام ہے۔قرآن مجید میں ہے۔

"وَلاَ تاٴ کُلُوْا اَمْوٰ الَکُمْ بَیْنَکُمْ با لْبَا طِلِ وَ تُدْ لُوْا بِھَآ اِلَی الحُکّا مِ لِتاٴ کُلُوْا فَرِیقاً مِنْ اَمْوَا لِ النَّاسِ با لاثِمِ"۔ (سورہ بقرہ پ۲ آیت ۱۸۸ ع۷)

ترجمہ:۔آپس میں تم لوگ اپنا مال ناجائز طریقہ سے نہ حاصل کرو اور نہ حکام کو مال دو، تا کہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ سے حاصل نہ کرو۔

دوسری صورت کی مثال سوٗد ہے، سود میں چند قسم کی اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں مضمر ہیں، اخلاقی حیثیت سے سود کو دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ اس سے انسان کی باہمی مہربانی وشفقت کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔غریب سے غریب آدمی کو بلا سود قرض ملنا مشکل ہو جاتا ہے، متوسط الحال انسان قرض لے کر اصل ادا کر سکتا ہے، لیکن سود کے بار کا وہ متحمل نہیں ہوسکتا اور آخر کو اس کو اپنی ساری دولت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔اوپر کے طبقہ کے لوگ بلا شبہ سود بھی دے سکتے اور لے بھی سکتے ہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ سود بڑی سے بڑی دولت میں بھی گھن لگا دیتا ہے۔ دوسری سب سے بڑی اقتصادی مضرت اس میں یہ ہے۔ کہ اس سے دولت چند جماعتوں میں محدود ہو جاتی ہے۔ مثال کے لئے ہندوستان کے مہاجن اور یورپ کے بینکرز پیش ہیں، یہی وہ عظیم الشان مضرت ہے۔ جس سے بچنے کے لیے ارباب اشتراکیت غرباء کے لیے قرض دینے والی انجمنیں قائم کرنا چاہتے ہیں، لیکن اسلام کی فکر عاقبت اندیش نے نفس سود ہی کو اپنے پیروں کے لئے حرام کر دیا جس سے یہ تمام اخلاقی اور اقتصادی مضرتیں خود بخود اٹھ گئیں، قرآن مجید میں ہے:

"اَلَّذِیْنَ یاٴ کُلُوْ نَ الرِّ بٰوا لا یَقُوْمُوْنَ اِلاَّ کَمَا یَقُوْ مُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ". (سورہ بقرہ پ۳ آیت ۲۷۵ ع۶)

ترجمہ:۔جو لوگ سود کھاتے ہیں۔وہ قیامت میں اس شخص کی طرح اٹھیں گے جن کو شیطان نے چھو کر مخبوط کر دیا ہے۔

"یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا اتَّقُوْ اللّٰہَ وَذَ رُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُوٴ مِنِیْنَ o فَا نْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَ نُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْ لِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُؤُس اَمْوَالِکُم لاَ تَظْلِمُوْنَ وَلاَ تُظْلَمُوْنَ o(سورہ بقرہ پ ۳ آیت ۲۷۸/ ۲۷۹ ع ۶)

ترجمہ:۔ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہو وہ چھوڑ دو اگر تم ایسا نہ کرو تو خدا اور رسول سے جنگ کرنے کا اعلان کر دو اور اگر تم باز آؤ تم اپنی اصل لے سکتے ہو، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

آخری آیت میں حرمت ربوا کی وجہ بھی ظاہر کر دی گئی ہے، اس طرح اسلام میں احتکار بھی ممنوع ہے۔(احتکار کے یہ معنے ہیں۔ کہ غلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وغیرہ عام ضرورت کی چیز کو گرانی کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے روک رکھنا) کیونکہ اس سے بھی شخصی فائدہ ہوتا ہے۔لیکن جمہور ملک کو نقصان پہنچتا ہے۔تیسری صورت سے مراد قمار بازی ہے۔جس کی لاٹری وغیرہ مختلف صورتیں آج یورپ میں اور کسی قدر ہندوستان میں جاری ہیں۔اور جن میں سے بعض صورتوں کو مجبوراً دفع فساد کے لئے گورنمنٹ کو روکنا پڑا۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ۔(سورہ المائدہ پ۷آیت۹۰ع۲)

ترجمہ:۔شراب قمار بازی، پانسے ناپاک ہیں، شیطانی عمل میں سے اسی طرح بیع کی وہ تمام صورتیں اسلام نے ناجائز کردی ہیں۔جن سے باہمی منازعت وفساد کا خوف ہو جیسے: ملامسہ، منابذہ، بیع الحصاۃ، بیع الغرر، یہ اُن اقسامِ تجارت کے نام ہیں جو اسلام سے پہلے عرب میں جاری تھے۔اور اب بھی ان کی بعض قسمیں اور ملکوں میں پائی جاتی ہیں۔

ملامسہ سے مطلب یہ ہے۔کہ رات کی تاریکی میں یا دن کو آنکھ بند کر کے ایک متعین قیمت دے کر انسان دوکان سے جو چیز چاہے اٹھا لے۔منابذہ کے یہ معنی ہیں۔کہ خریدار آنکھ بند کر کے قیمت پھینک دے دوکاندار آنکھ بند کر کے انگل سے کوئی چیز اٹھا کر دے دے۔

بیع الحصادہ سے مراد یہ ہے۔کہ خریدار کنکری پھینک دے دوکان کی جس چیز پر جا کر وہ کنکری گرے خریدار وہ چیز لے لے۔

بیع الغرر سے مقصد دھوکے اور مکر کی خرید وفروخت ہے۔جیسے خریدار کی ناواقفیت میں کسی غیر کی چیز خریدار کے ہاتھ بیچ ڈالے، اسلام نے ان تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے۔

چوتھی صورت سے مراد اُس قسم کی تجارت ہے۔جس میں سامان بیع کے موجود ہونے یا قبضے میں آنے سے پہلے اس کو فروخت کیا جاتا ہے، جیسے میوہ پکنے سے پہلے درخت پر میوہ کو بیچ دینا، مچھلی کو پانی میں فروخت کرنا، پرندوں کو ہوا میں بیچنا، جانوروں کو ماں کے پیٹ میں ہونے کی حالت میں بیع کرنا، زمین کو یا مال کو کاشت یا تجارت پر اس طرح دینا کہ اُس کی شرح حصہ خاص (مثلاً چار سو من غلہ یا چار سو روپیہ) سے مقرر کر لی جائے، کیونکہ ان تمام صورتوں میں بیع حالتِ مستقبل پر مبنی ہے۔جس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔پچھلی صورت میں عام لفظ مثلاً، تہائی چوتھائی وغیرہ کا لفظ استعمال کیا جائے تو صورتِ معاملہ جائز ہوگی کیونکہ یہ ایک ایسے عام الفاظ ہیں۔ جو ہر مقدار میں پائے جا سکتے ہیں۔

سطور بالا سے دو نتیجے مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اسلام نے دولت کو ایک مہتم بالشان رتبہ دیا ہے۔اپنے پیروؤں کو تحصیلِ دولت اور کسبِ معاش کی سخت تاکید کی ہے، ان کے لیے تحصیل دولت وطلبِ معاش کی تمام راہیں کھول دی ہیں۔

(۲) وہ تمام صورتیں جن سے باہمی فساد، مضرت اور شخصی فوائد کے مقابلہ میں جمہور کا نقصان متصور ہے۔ممنوع قرار دی ہیں۔

اربابِ دولت اور فقراء:

نتائج سابقہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔کہ اسلام نے اربابِ ثروت کی بڑی قدر کی ہے۔لیکن اس کے مقابلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس نے دوسرے طبقہ یعنی فقراء کے لئے کیا سامان کیا ہے؟ اس باب میں اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہے۔ کہ اس نے اُن اربابِ ثروت کو سخت تحقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا سب سے اہم مقصد جمع مال قرار دیا ہے۔ اور جو دولت کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں:

"وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ نِ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝

(سورہ ہمزہ پ ۳۰ آیت ۱، ۲، ۳ ع ۲۹)

ترجمہ:۔ براہو ہر ایک چغل خور عیب جو کا جس نے مال جمع کیا اور اس کو گنا، گمان کرتا ہے۔ کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ باقی رکھے گا۔

دوسری جگہ ہے:۔ "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ (سورہ توبہ پ ۱۰ آیت ۳۴ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اس کو خدا کی راہ میں نہیں خرچ کرتے ان کو عذاب دردناک کی بشارت دے دے۔

بخل و اسراف:

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام نے بخل کی مذمت کی ہے۔ تو کیا وہ اسراف کو پسند کرتا ہے؟ کیا وہ اس کو پسند کرتا ہے۔ کہ تمام دولت اہلِ حاجت اور فقراء کو تقسیم کر دی جائے؟ نہیں وہ دیگر مذاہب کی طرح اس کو پسند نہیں کرتا اس کی تعلیم ہے۔ کہ حق داروں کو اُن کا حق بھی دو لیکن اس ادائے حق میں اسراف نہ کرو۔

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ".

(سورہ الاسراء پ ۱۵ آیت ۲۶ ع ۳)

ترجمہ:۔ قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو اور زیادہ فضول خرچی نہ کرو۔ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔

انتہا یہ ہے۔ کہ ہر شخص اپنی ذات پر خرچ کرنے کا مختار ہے۔ جتنا چاہے خرچ کر سکتا ہے۔ لیکن اسلام اس کو بھی جائز نہیں رکھتا۔ وہ کہتا ہے:

"کلو اوا شرابو ا ولا تسرفوا" کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو۔

اسلام نے اس باب میں نہایت معتدل طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ دیگر مدّعیانِ روحانیت مذاہب کی طرح یہ نہیں کہتا کہ اپنا تمام سرمایہ فقیروں کو دے کر خود فقیر بن جاؤ اور نہ دنیا داروں کی طرح وہ بخل کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا اعلان ہے:

"ولا تجعل ید ک معلو لۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط متقعد ملو ما محسو را ۝ (سورہ الاسراء پ ۱۵ آیت ۲۹ ع ۳)

ترجمہ:۔ اپنا ہاتھ اپنی گردن میں نہ باندھ لو (یعنی بالکل بخالت نہ کرو)

اور نہ اس کو پورا کھول دو۔ (یعنی اسراف نہ کرو) کہ حقیر و ذلیل ہو جاؤ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کہتا ہے:

"واقصد فی مشیک" اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کو کیا خرچ کرنا چاہئے اس کے جواب میں خدا فرماتا ہے:"ویسئلو نک ما ذا ینفقون قل العفو" (سورہ البقرہ پ۲ آیت ۲۱۹ رکوع ۱۱)

ترجمہ:۔لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا خرچ کریں کہہ دے کہ جو حاجت سے زیادہ ہو اس بیان سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اسلام بخل واسراف کے درمیان میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔وہ خدا کی راہ میں مال کا وہ حصہ خرچ کرنے کو کہتا ہے۔جو حاجت سے زیادہ ہو۔

زکوٰۃ:

احادیث نے حاجت سے زیادہ ہونے کی تفسیر یہ کردی ہے۔ کہ جو نقد مسلمان کے پاس تمام ضروری ضروریات سے سال بھر تک بچ جائے اور وہ کم ازکم دوسو درہم کی مالیت ہو یعنی چالیس (=/۴۰) روپے اُس کا ۴۰ واں حصہ خدا کی راہ میں فقراء کو دیا جائے اسی کا نام زکوٰۃ ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے۔ استطاعت سے مراد یہی ہے۔ کہ اس کے پاس چالیس روپے اس کی ضروریات سے زائد سال بھر تک باقی رہیں ایسے شخص پر چالیس روپے پر چالیسواں حصہ یعنی ایک روپیہ واجب ہے،سو روپے پر ڈھائی روپے فرض ہیں،اسی طرح جس کے پاس مویشی ہے۔ زردشت کے مذہب میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔لیکن اس میں زائد از حاجت مال کا داسوں حصہ فرض کیا گیا ہے۔لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ مقدار ایسی ہے۔ جو باآسانی نہیں دی جاسکتی،اسلام نے چالیسواں حصہ اس قدر اعتدال کے ساتھ رکھا ہے۔جس سے زیادہ اعتدال نہیں ہوسکتا۔

اسلام نے مالِ زکوٰۃ کو مستحقین پر تقسیم کرنے کے لئے باقاعدہ انتظام کیا ہے۔تمام ملک کی زکوٰۃ بیت المال میں جمع کی جائے اور وہ خلافت کی زیرِ نگرانی تمام مستحقین کو حسبِ حاجت دی جائے اس سے دو فائدے مقصود ہیں۔اوّل یہ کہ مستحقین ملک کی ایک انتظام اور سلسلہ سے اعانت کی جائے،ایسا نہ ہو کہ ایک شخص کو بہت مل جائے،دوسرے کو کچھ نہ ملے،دوسرے یہ کہ خود اصحاب زکوٰۃ بھی باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔اور ان سے بتاکید سالانہ رقم وصول کی جائے۔

زکوٰۃ کی یہ رقم کس کو دی جائے گی،اس کا جواب بھی خود قرآن مجید نے دے دیا ہے۔

"انما الصدقت للفقراء والمسکین والعملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغرمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله". (سورہ توبہ پ۱۰ آیت ۲۰ ع ۱۴)

ترجمہ:۔زکوٰۃ صرف فقراء ومساکین،تحصیل داران زکوٰۃ اور نو مسلموں کو اور غلام کے آزاد کرنے میں دے اور قرض داروں کو اور خدا کی راہ میں دے اور مسافروں کو دے،خدا کی طرف سے فرض ہوا۔

اس سالانہ چندہ کے علاوہ ایک اور فنڈ بھی اسلام نے مستحقین کی اعانت کے لئے قائم کیا ہے۔

"واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(سورہ انفال پ۱۰ آیت ۴۱ ع۱)

ترجمہ:۔ بیشک جو کچھ تم کو مال غنیمت ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول، اقربا، یتیم، مساکین اور مسافر کے لیے ہے۔ اس فنڈ کا خزانہ بھی بیت المال ہے، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے پاس ایک تیسرا فنڈ بھی اس کام کے لیے ہے۔

عیدالاضحیٰ کی قربانی اور اس کی کھال کی قیمت۔

''ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومت علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الا نعام فکلو منھا واطعموا لبآئس الفقیر o

(سورہ حج پ ۱۷ آیت ۲۸ ع ۱۱)

ترجمہ:۔ اور تاکہ نام لو خدا کا (قربانی کرتے وقت) اس جانور پر جو خدا نے تم کو دیا ہے۔ خود کھاؤ اس میں سے اور مشقت زدہ فقیروں کو کھلاؤ۔

کیا مبارک ہوگا۔ وہ دن جب اسلام کے بیت المال میں یہ تمام فنڈ جمع ہوں گے اور ان سے اہل حاجت، فقراء، مساکین اور یتیموں کی امداد کی جاتی ہوگی، اس تمام بیان سے معلوم ہوا کہ اگر اسلام نے اہل دولت کو کسبِ معاش کا موقع دیا ہے۔ تو دوسری طرف اہلِ احتیاج فرقہ کی بھی اس نے کچھ کم خبر گیری نہیں کی ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس کو آج موجودہ تمدن کی خود غرضانہ تاریکی میں اہلِ اشتراکیت ڈھونڈتے ہیں۔ اور نہیں پاتے ہیں۔ انہیں تدابیر کا اثر تھا کہ اسلام میں ایک زمانہ بھی آیا ہے۔ جب لوگ خیرات دینے کو فقیر ڈھونڈتے اور نہیں ملتے تھے۔ کیا یورپ میں بھی کبھی ایسا زمانہ آئے گا؟

اسلام کی اس فیاضی سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ وہ قوم میں اپاہج، پاشکستہ اور گداگر جماعت تیار کرنا چاہتا ہے۔ قرآن مجید نے صدقات اور زکوٰۃ کے مصارف خود حصر کے ساتھ مقرر کر دیئے ہیں۔ اور اسلام میں برابر اسی پر عمل ہوتا رہا۔ حدیث شریف میں ہے:

"لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذو مرۃٍ سوی "۔ (ترمذی)

ترجمہ:۔ خیرات مالدار آدمی کو اور جس کو کمانے کی قوت ہو اور جس کے اعضا درست ہوں حلال نہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری حج میں صدقہ کا مال تقسیم فرمارہے تھے۔ کہ دو آدمی مانگنے کے آئے آپ نے ان پر نظر ڈالی اور پھر نیچی کر لی وہ دونوں صحیح الاعضا اور مضبوط تھے، آپؐ نے فرمایا: ''ان شئتما آیتکما ولا خط فیما لغنی ولا تقوی مکتسب ''۔ (ابو داؤد) ترجمہ:۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو دوں لیکن اس میں مالدار اور مضبوط کمانے والے آدمی کا کچھ حصہ نہیں ہے۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ کچھ زکوٰۃ دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا:

''ان اللّٰہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات فجزأھا ثمانیۃ اجزاء فان کنت من تلک الا جزاء اعطیتک'' ۔ (ابو داؤد) ترجمہ:۔ خدا زکوٰۃ کے بارہ میں کسی نبی یا غیر نبی کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوا ہے۔ بلکہ خود اس نے اس کے آٹھ حصے کیے ہیں۔ اگر ان میں سے تم کسی میں ہو تو میں تم کو دوں۔ حضرت زبیرؓ بن عوام سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا ن یا خذا حدکم حبلہ فیاتی بحزمۃ حطب علی ظھرہ فیبع فکیف اللّٰہ بھا د جھہ خیرلہ من ان یسئا ل الناس"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(بخاری) ترجمہ:۔ تم میں سے کوئی شخص رسی لے اور پیٹھ پر لکڑی کا گٹھ لے کر آئے اور اس کو بیچے اور خدا اس کو عزت اس سے رکھ لے اس کے لئے یہ بہتر ہے۔ اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔ مستطیع گداؤں کی نسبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"ما یذا ل الرجل یسا ل النا س حتی یا تی یو م القیمۃ لیس فی وجھہ مذعۃ لحم". (دار قطنی)

ترجمہ:۔ جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے۔ وہ قیامت کے میدان میں آئے گا تو اس کے منہ میں گوشت نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثوبانؓ سے فرمایا: "من یتقبل لی بوا حدۃ اتقبل لہ با لجنۃ لا یسال الناس شیئا"۔ (ابوداؤد)

ترجمہ:۔ کون میری ایک بات مانتا ہے۔ میں اس کے لیے جنت کا وعدہ کرتا ہوں۔ لوگوں سے مانگا نہ کرو۔

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کچھ مانگا، آپؐ نے فرمایا، تمہارے پاس کچھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ایک کمبل ہے، آپؐ نے اس کمبل کو بیچ کر اس کو ایک کلہاڑی خرید دی اور اُسے کہا کہ جنگل سے لکڑیاں لا کر بیچے حضرت عمرؓ کے پاس ایک غیر مستحق گداگر آیا۔ آپ نے پکڑ کر ایک شخص کے پاس نوکر رکھا دیا، خانہ کعبہ میں حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو آپ نے اس کو سزا دی۔ ان تصریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام کی فیاضی کا نتیجہ گداگروں کی جماعت بڑھانا ہے۔

اب ہم کو صرف ایک بات اور کہنی باقی ہے۔ اہلِ اشتراکیت اور یورپ کی اصلاح طلب پارٹی چاہتی ہے۔ کہ بازار کا نرخ مقرر کیا جائے بازار میں کھانے کی چیزوں کی نگرانی کی جائے۔ آج کل یورپ اور امریکہ کے بازاروں میں کیمسٹری کے زور سے جس طرح چیزوں کی تبدیلیٔ ماہیت کی جاتی ہے۔ جس طرح ظاہر نما چیزیں بنائی جاتی ہیں، معمولی قیمت کی چیزیں ظاہری آب وتاب اور ملمع کی بناء پر جس گراں قیمت پر بکتی ہیں۔ اس طرزِ تجارت سے غربا اور عام ملک کو جو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ محتاجِ اظہار نہیں اس حالت میں سوشیالسٹ پارٹی کا اپنی درخواست پر زور دینا بجا ہے۔ لیکن اسلام اس ضرورت کو بھی پورا کر چکا ہے۔ اسلام میں انہیں اغراض بالا کے لیے صیغہ احتساب قائم ہوا تھا۔ محتسب اس صیغہ کا اعلیٰ عہدہ دار ہوتا تھا۔ اس کے فرائض وہی ہوتے تھے۔ جس کو اہل اشتراکیت تعین نرخ ونگرانی اشیائے بازار کے لئے طلب کرتے ہیں، احتساب کی تفصیل کے لئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ ان تمام مباحث اوران تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ آج متمدن ممالک جن مصائب میں مبتلا ہیں، اس کا اصلی سبب یہ ہے۔ کہ اس کے جدید تمدن کی بنیاد کسی صحیح مذہب پر نہیں، اب مصلحینِ تمدن ومعاشرت اور عقلائے یورپ جو اصلاحات پیش کرتے ہیں۔ ان میں گو بعض باتیں غلط ہیں۔ جن کی اسلام نے تردید کر دی ہے۔ لیکن بقیہ وہ امور ہیں۔ جن کو اسلام پہلے ہی سمجھ چکا تھا۔ اور اس کی اصلاح کی اس نے تدبیریں کرلی تھیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کا تمدن اشتراکیت کے جرائم سے پاک رہا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں امرائے شام کے پاس بے انتہا دولت جمع ہوگئی تھی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جو ایک بلند پایہ صحابی تھے انہوں نے اس امر کی سخت مخالفت کی کہ یہ تمام دولت تمام فقراء پر تقسیم کر دی جائے۔ لیکن چونکہ اس زمانے میں فقراء کے حقوق کا کافی طور سے انتظام تھا اس لیے حضرت ابوذرؓ کا کوئی ہم آہنگ پیدا نہ ہو سکا۔

(نوٹ: واضح ہو کہ اس مضمون کی پہلی قسط جلد ۲ شمارہ نمبر ۱ میں شائع ہو چکا ہے۔)

© rasailojaraid.com